محمد ازہر الاسلام ازہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کی حقیقت
اور
اس کا شرعی حکم

از

مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

ناشر: آل انڈیا تنظیم اہل سنت و جماعت (جمشید پور)

مرکزی دفتر: جامعہ فیض العلوم ارشد نگر، جمشید پور

دفتر: بگان شاہی، آزاد نگر، جمشید پور

Mob.: 9934872092,9234539892

تفصیلات

نام کتاب : تقلید کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

مؤلف : مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

طبع دوم : صفر المظفر ۱۴۳۸ھ/ نومبر ۲۰۱۶ء

صفحات : ۱۶

تعداد اشاعت : دس ہزار (۱۰۰۰۰)

ناشر : آل انڈیا تنظیم اہل سنت و جماعت (جمشید پور)

سلسلۂ اشاعت نمبر: ۳۰

ملنے کے پتے

☆ مدرسہ فیض العلوم ارشد نگر، جمشید پور

☆ مدرسہ غوثیہ نظامیہ، ذاکر نگر، جمشید پور

☆ مدرسہ اصلاح المسلمین، جکسلائی، جمشید پور

☆ مدرسہ دار السلام، آزاد نگر، جمشید پور

☆ مدرسہ گلشن حسین، جواہر نگر، جمشید پور

☆ آزاد کتاب گھر و مکتبہ جام نور، روڈ نمبر ۲، آزاد نگر، جمشید پور

تقلید کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمد اللہ العلی العظیم و نصلی علی رسولہ الکریم

نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد وہ احکام جن کی صراحت و تفصیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے، ان پر عمل سے متعلق احادیث و سیر کی کتابوں میں صحابۂ کرام کے دو گروہ نظر آتے ہیں:

پہلے گروہ میں حضرات خلفائے راشدین کے علاوہ، حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہ کی ذوات قدسیہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ حضرات قرآن و حدیث میں غور و فکر اور تدبر و اجتہاد کر کے مسائل کا استخراج کرتے، خود ان پر عمل فرماتے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس پر عمل کے لیے کہتے۔ اس استخراج مسائل میں کبھی تو سب کا اتفاق ہوتا اور کبھی اختلاف بھی ہو جاتا۔ اختلاف کی صورت میں ہر صحابی عمل تو اپنے ہی استخراج کردہ مسئلہ پر کرتے مگر دوسرے کے استخراج کردہ مسئلہ کو باطل و ناروا نہیں کہتے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ کوئی شخص مہر مقرر کیے بغیر نکاح کر کے انتقال کر جائے تو، اس کی بیوی مہر پائے گی اور مقدار، مہر مثل ہوگی۔ یعنی اس خاندان کی اس طرح کی دوسری عورت کا جو مہر ہے وہی مہر اس کا بھی ہوگا۔ مگر حضرت علی یہ فرماتے تھے کہ عورت مہر نہیں پائے گی صرف میراث میں اس کا حصہ ہوگا۔

رَوِیَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ سُئِلَ عَمَّنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْراً حَتّٰى مَاتَ عَنْهَا، فَاجْتَهَدَ شَهْراً وَقَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ:مَاسَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئاً وَلٰكِنْ أَجْتَهِدُ بِرَائِيْ، فَاِنْ أَصَبْتُ فَمِنَ اللّٰهِ، اِنْ أَخْطَأْتُ فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ، أَرٰی لَهَا مَهْرَ مِثْلِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ،وَقَالَ عَلِیٌّ وَحَسْبُهَا الْمِيْرَاثُ وَلَا مَهْرَ لَهَا لِمُخَالَفَةِ رَأْيِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے سوال ہوا کہ جو شخص مہر مقرر کیے بغیر نکاح کر کے انتقال کر جائے اس کی بیوی مہر پائے گی یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مہینہ تک غور کرنے کے بعد جواب دیا کہ اس تعلق سے میں نے رسول کریم ﷺ سے کچھ نہیں سنا ہے۔ہاں!اپنے اجتہاد سے بتاتا ہوں اگر میرا اجتہاد درست ہو تو اللہ کی توفیق سے ہوگا؛اور نادرست ہو تو میری سمجھ کا قصور اور شیطان کا بہکاوا ہوگا۔میرے اجتہاد میں وہ عورت مہر مثل یعنی اس خاندان کی اسی طرح کی دوسری عورت کا جو مہر ہے وہی مہر پائے گی،کم وبیش نہیں۔مگر حضرت علی نے فرمایا کہ وہ عورت مہر نہیں پائے گی صرف میراث میں اس کا حصہ ہوگا۔ (نورالانوارص۱۸۰)

یوں ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ وتر کی تینوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں۔ان کے برخلاف حضرت امیر معاویہ ایک رکعت الگ سلام سے پڑھتے تھے۔اس پر حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ مجتہد ہیں اس لیے اس کو غلط نہیں کہا جائے گا۔

فَفِیْ صَحِيْحِ الْبُخَارِیْ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ :اِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْتَرَبِرَكْعَةٍ۔فَقَالَ:اِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔(تطهير الجنان ازابن حجر هيثمی،ص ۲۰)

دوسرے گروہ میں عام صحابہ وتابعین ہیں۔یہ حضرات مندرج بالا صحابۂ کرام کے بتائے ہوئے متفقہ مسائل پر عمل پیرا ہوتے؛اوران کے اختلاف کی صورت میں جس کو جن سے دریافت کرنا

ممکن ہوتا۔ یا جس کو جن پر زیادہ اعتماد ہوتا وہ ان سے دریافت کر کے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ پر عمل کرتے۔ یہ حضرات ارشاد قرآنی:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (توبہ ۱۲۲)

فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (انبیاء ۷)

اور حکم رسالت:

أَلَّا سَأَلُوْا إِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَإِنَّ شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ۔ نہ جانتے تھے تو پوچھ کیوں نہیں لیا؟ ناواقفیت کی شفا تو پوچھنے ہی میں ہے'' کے مطابق اسی کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

عرف واصطلاح کی زبان میں پہلی قسم کے حضرات کو مجتہد مطلق۔ اور دوسری قسم کے حضرات کو مقلد کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید، دلیل کے بغیر مجتہد کی بات کو مان لینے کا نام نہیں، بلکہ اجمالی دلیل:

فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (انبیاء ۷)

أَلَّا سَأَلُوْا إِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَإِنَّ شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ۔ نہ جانتے تھے تو پوچھ کیوں نہیں

لیا؟ ناواقفیت کی شفا پوچھنے ہی میں ہے'' کے مطابق اس گمان غالب کی بنا پر کہ مجتہد نے قرآن وحدیث کی تفصیلی دلیل ہی سے یہ مسئلہ مستخرج کیا ہے، مان لینے کا نام تقلید ہے۔تو درحقیقت مجتہد کی تقلید بھی قرآن وحدیث ہی کی دلیل کو ماننے کا نام ہوا۔

اس لیے وہ حضرات جو قرآن وحدیث کے غیر مصرح مسائل کو قرآن وحدیث میں غور وفکر اور تدبر واجتہاد کر کے تفصیلی دلیلوں کے ساتھ استخراج واستنباط نہیں کر سکتے ،یعنی مجتہد نہیں ہیں ،ان پر فرض ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے دینی احکام پر عمل پیرا ہوں،یعنی مجتہد کے استخراج واستنباط کردہ مسئلہ کے مطابق عمل کریں۔ان کو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بظاہر مجتہد کے مذہب کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی ان پر فرض ہے کہ وہ مجتہد ہی کے استخراج کردہ حکم پر ہی عمل پیرا ہوں۔یہ نہیں کہ وہ اپنے فریضہ سے روگردانی کرتے ہوئے مجتہد کے استخراج کردہ حکم کو چھوڑ کر قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کردیں۔اگر وہ ایسا کریں گے تو گمرہی کے علاوہ کچھ نہ ہوگا ۔مثلاً:

(۱) قرآن کریم میں ایک آیت ہے: اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ تم جن باندیوں کے مالک ہو وہ باندیاں تمھارے لیے حلال ہیں(نساء۲۴)

اب اگر کوئی اس آیت کو سامنے رکھ کر ایسی دو باندیوں سے وطی کرنے لگ جائے جو سگی بہنیں ہوں تو یقیناً وہ گمراہ ہوگا۔کیوں کہ قرآن ہی نے دوسرے مقام پر دو سگی بہنوں سے وطی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ارشار ربانی ہے:

وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ: **اور حرام ہے دو بہنوں کو اکٹھی کرنا(النساء۲۳)**

اس لئے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

أَحَلَّتْهَا آیَةٌ وَحَرَّمَتْهَا آیَةٌ وَالتَّحْرِیْمُ أَوْلٰی: **ایک آیت نے بظاہر اسے حلال کہا ہے اور**

دوسری آیت نے حرام بتایا ہے تو حرام مانا جائے گا۔

(۲) کوئی اسی آیت کریمہ: اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ تم جن باندیوں کے مالک ہو وہ باندیاں تمہارے لیے حلال ہیں (النساء ۲۴) سامنے رکھ کر یہ سوچے کہ جب مملوکہ باندیاں حلال ہیں ،تو چاہے فطری طور پر ان سے مباشرت (وطی) کی جائے یا غیر فطری طور سے مباشرت (لواطت) کی جائے ، بہر صورت حلال ہوں گی؛ اور غیر فطری مباشرت (لواطت) کرنے لگ جائے تو یقیناً وہ گمراہ ہوگا۔

(۳) اسی طرح کوئی یہ سوچ کر کہ انیٰ کا ترجمہ 'جیسے' اور 'جس جگہ' دونوں ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: نِسَائُکُمْ حَرْثٌ لَکُمْ فَأْتُوا حَرْثَکُمْ أَنّٰی شِئْتُمْ۔ تمھاری بیویاں تمھارے لیے کھیت ہیں جیسے چاہو اپنے کھیت میں آؤ۔ (بقرہ ۲۲۳) کا ترجمہ یہ کرے کہ "تمہاری بیویاں تمہارے لیے کھیت ہیں جس جگہ چاہو اپنے کھیت میں آؤ، اور بیوی سے غیر فطری مباشرت (لواطت) جیسے فعل قبیح کو جائز سمجھ کر اس کا مرتکب ہونے لگے تو یقیناً وہ گمراہ ہوگا۔ کیوں کہ دوسرے دلائل کے علاوہ خود اسی آیت کریمہ کے اشارۃ النص سے بھی حرمت ثابت ہو رہی ہے اس لیے کہ کھیت سے پیداوار مطلوب ہوتی ہے اور اس فعل قبیح سے پیدوار (اولاد) کا امکان ہی نہیں ہے۔ نیز شان نزول سے بھی اسی کی وضاحت ہوتی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ یہودیوں کے اعتقاد میں یہ بات تھی کہ عورت کو چت نہ لٹا کر کسی اور طریقہ سے مباشرت کی جائے تو بچہ احول (بھینگا) پیدا ہوتا ہے اس لیے آیت میں ان کی تردید کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ بچہ کے احول (بھینگا) ہونے نہ ہونے میں طریقۂ وطی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بیویاں تمہارے کھیت ہیں اپنے کھیت میں پیداوار کے لیے جو طریقہ چاہو اپناؤ۔

(۴) حدیث میں: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ۔ جو شراب پیے اسے کوڑے مارو دوبارہ، سہ بارہ پیے تو دوبارہ، سہ بارہ کوڑے مارو، چوتھی بار پیے تو قتل

کردو، آیا ہے۔ اب اگر کوئی اس حدیث کو سامنے رکھ کر چوتھی بار شراب پینے والے کے لیے قتل کا حکم دے دے تو یقیناً گمراہی ہوگی۔ اس لیے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ خواہ کوئی کتنی ہی بار شراب پیے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ ہر مرتبہ کوڑے ہی مارے جائیں گے۔

(۵) صحیح مسلم میں متعدد طرق سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ:

جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالعَصْرِ، وَالمَغْرِبِ وَالعِشَاءِ بِالمَدِيْنَةِ فِيْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ وَلَا مَطَرٍ۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں کسی خوف، سفر اور بارش کے بغیر بھی جمع بین الصلاتین کیا ہے۔ (ج ا ص ۲۴۶)

اب اگر کوئی اس حدیث کو سامنے رکھ کر بلا عذر گھر پر بھی ایک ہی وقت میں دو نمازوں کے ادا کر لینے کو جائز سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہوا تو بلا شبہ گمراہی ہوگی۔ کیوں کہ قرآن نے فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَوْقُوْتاً۔ بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (نساء ۱۰۳)

خود حضرت ابن عباس ہی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے

مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَاباً مِنْ اَبْوَابِ الكَبَائِرِ۔

جس نے بلا عذر دو نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھ لیں اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

(ترمذی ج ا ص ۴۸)

ابو العالیہ نے روایت کی ہے:

اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ اِلٰى أَبِيْ مُوْسىٰ الْأَشْعَرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاعْلَمْ أَنَّ جَمْعَ مَابَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ مِنَ الكَبَائِرِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا کہ بلا عذر دو نمازوں کو ایک ہی وقت

میں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس کی روایت کردہ یہ حدیث اور چوتھی بار شراب پینے پر قتل کے حکم کی حدیث کو نقل کر کے فرمایا ہے:

لَيْسَ فِي كِتَابِي هٰذَا حَدِيْثٌ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى تَرْكِ الْعَمَلِ بِهِ إِلَّا حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْجَمْعِ بِالْمَدِيْنَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ وَحَدِيْثَ قَتْلِ شَارِبِ الْخَمْرِ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ۔

میری اس کتاب میں مذکرہ بالا دو حدیثوں کے علاوہ اور کوئی ایسی حدیث نہیں جس پر بالا جماع عمل متروک ہو۔ (نووی برحاشیہ مسلم ج ۱ص ۲۴۶)

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جن کے پیش نظر ایک مسلمان کا ایمان قرآن کریم کے فرمان: يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَ يَهْدِي بِهِ كَثِيراً۔ اللہ بہتوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ (بقرہ ۲۶)

اور حدیث پاک کے ارشاد:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری حدیث سنی پھر یاد کیا، یاد رکھا؛ اور دوسرے تک پہنچا دیا۔ کتنے فقہ کے حامل فقیہ نہیں ہوں گے' پر مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

محدیث جلیل حضرت ابن عیینہ نے سچ فرمایا ہے:

الْأَحَادِيْثُ مُضِلَّةٌ إِلَّا لِلْفُقَهَاءِ۔ غیر فقیہ، احادیث سے استدلال کریں تو گمراہ ہو جائیں۔

الغرض! قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین کی طرز عمل سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ جو حضرات قرآن و حدیث کے غیر مصرح مسائل کو قرآن و حدیث میں غور و فکر اور تدبر و اجتہاد کر کے

تفصیلی دلیلوں کے ساتھ استخراج واستنباط نہیں کر سکتے، یعنی مجتہد نہیں ہیں، ان پر فرض ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے احکامِ شرع پر عمل پیرا ہوں، یعنی مجتہد کے استخراج واستنباط کردہ مسئلہ کے مطابق عمل کریں۔ ان کو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بظاہر مجتہد کے مذہب کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی ان پر یہی فرض ہے کہ وہ مجتہد ہی کے استخراج کردہ حکم پر عمل کریں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے فریضہ سے روگردانی کرتے ہوئے مجتہد کے استخراج کردہ حکم کو چھوڑ کر قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو بلاشبہ گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔

صحابہ کے بعد تابعین وتبع تابعین کے دور میں بھی بہت سے حضرات درجۂ اجتہاد پر فائز تھے مثلاً امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

یہ حضرات قرآن وحدیث کے غیر مصرح مسائل کو قرآن وحدیث ہی میں غور وفکر اور تدبر واجتہاد کر کے تفصیلی دلیلوں کے ساتھ استخراج واستنباط کرتے؛ اور اس استخراج مسائل میں صحابہ ہی کی طرح کبھی تو سب کا اتفاق ہوتا اور کبھی اختلاف بھی ہو جاتا۔ اختلاف کی صورت میں ہر ایک مجتہد عمل تو اپنے ہی استخراج کردہ مسئلہ پر کرتے، مگر دوسرے کے استخراج کردہ مسئلہ کو بھی باطل وناروا نہیں کہتے۔ اس لیے مسلمانوں کو جن سے دریافت کرنا ممکن ہوتا، ان سے دریافت کر کے انھیں کے بتائے ہوئے مسئلہ پر عمل کر لیتے۔ مگر جب زمانۂ رسالت سے دوری بڑھ گئی، خیر القرون کا عہد ختم ہو چکا، تو عام مسلمانوں میں دینی احکام پر عمل سے متعلق وہ جذبۂ فراواں جو صحابہ وتابعین میں پایا جاتا تھا باقی نہ رہا۔ کتنے ہی لوگ عزیمتوں کی بجائے رخصتوں کے متلاشی ہو گئے، اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجتہدین کے استخراج کردہ وہ مسائل جن میں ان کے خواہشات نفس کی تکمیل کی صورت نظر آتی، اختیار کرنے لگے۔ مثلاً:

(۱) بیوی سے صحبت کی جائے اور انزال نہ ہو، تو امام ابوحنیفہ کے استخراج واستنباط کے مطابق غسل فرض ہوتا ہے، غسل کیے بغیر اسی حالت میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی ؛ اور امام شافعی کے استخراج واستنباط کے مطابق غسل فرض نہیں ہوتا ہے، غسل کیے بغیر اسی حالت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔لہذا غسل کی کلفت سے نجات کے لیے امام شافعی کے استخراج کو بہانہ بنانا شروع کیا۔

(۲) یوں ہی اپنی شرم گاہ چھو لینے سے، امام ابوحنیفہ کے استخراج واستنباط کے مطابق وضو نہیں ٹوٹتا ہے، دوبارہ وضو کرنا فرض نہیں ؛ اور امام شافعی کے استخراج واستنباط کے مطابق وضو ٹوٹ جاتا ہے، اب نماز پڑھنی ہو تو دوبارہ وضو کرنا فرض ہے ؛ لہذا وضو کی کلفت سے نجات کے لیے امام شافعی کی بجائے امام ابوحنیفہ کے استخراج کا سہارا لینا شروع کیا۔

(۳) اسی طرح منی، امام شافعی کے استخراج واستنباط کے مطابق ناپاک نہیں ہے، تو منی لگے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے ؛ اور امام ابوحنیفہ کے استخراج واستنباط کے مطابق ناپاک ہے، تو منی لگے ہوئے کپڑے پہن کر نماز نہیں ہوگی، لہذا کپڑے کو دھونے کی کلفت سے بچنے کے لیے امام ابوحنیفہ کی بجائے امام شافعی کی استخراج کی آڑ لینی شروع کی۔

(۴) ایسے ہی نماز میں مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، تو امام شافعی کے استخراج واستنباط کے مطابق نماز نہیں ہوتی ہے ؛ اور امام ابوحنیفہ کے استخراج واستنباط کے مطابق نماز گو مکروہ ہو، مگر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا سورۂ فاتحہ پڑھنے سے چھٹکارا پانے کے لیے امام شافعی کے بجائے امام ابوحنیفہ کے استخراج کو ڈھال بنانا شروع کیا۔

اس طرح کچھ لوگ اپنے آپ کو شریعت کا تابع بنانے کی بجائے شریعت کو اپنی تابع بنانے لگے، تو شخص واحد کی تقلید فرض ہو گئی تا کہ شریعت کی مصلحتوں میں خلل نہ ہو اور نظم وضبط برقرار رہے۔

اگر ہوا وہوس کے اس زمانہ میں شخص واحد کی تقلید فرض نہ ہو، کسی بھی امام کے استخراج

واستنباط کے مطابق عمل کی اجازت رہے، تو لوگوں کو شریعت سے کھل کر کھیلنے کی آزادی مل جائے گی۔

کیونکہ مثلاً:

امام ابو حنیفہ کے استخراج واستنباط کے مطابق دو گواہ کی موجودگی میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے اگر چہ اعلان نہ ہو، لیکن دو گواہ نہ ہوتو منعقد نہیں ہوتا ہے اگر چہ اعلان ہوجائے، اس کے برعکس امام مالک کے استخراج واستنباط کے مطابق اعلان نہ ہوتو نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اگر چہ گواہ موجود ہوں، اور اعلان ہوجائے تو منعقد ہوجاتا ہے اگر چہ گواہ موجود نہ ہوں؛ اور امام شافعی کے استخراج واستنباط کے مطابق ولی کی اجازت نہ ہوتو نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اگر چہ گواہ موجود ہوں، اور ولی کی اجازت ہوتو منعقد ہوجاتا ہے اگر چہ اعلان نہ ہو۔ اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل کے استخراج واستنباط کے مطابق غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اگر چہ ولی کی اجازت ہو، گواہ بھی موجود ہوں، اور اعلان بھی ہوجائے۔

اب اگر شخص واحد کی تقلید فرض نہ ہوتو ایک عورت، امام مالک کے استخراج واستنباط کے مطابق ولی کی اجازت اور گواہوں کے بغیر، اعلانیہ غیر کفو مرد سے نکاح کر کے کچھ دنوں اس کے ساتھ رہے گی۔ پھر امام احمد بن حنبل کے استخراج واستنباط کو بہانہ بنا کر پہلے شوہر کے ہوتے ہوئے بھی کسی ایسے دوسرے مرد سے جو اس کا کفو ہو، نکاح کر کے اس کے ساتھ ہوجائے گی، اور یہ بے چارہ شوہر منھ دیکھتا رہ جائے گا۔۔ پھر ابھی کچھ ہی دن گذرے ہوں گے کہ امام شافعی کے استخراج واستنباط کو آڑ بنا کر ولی کی اجازت سے اعلان کیے بغیر، کسی تیسرے سے شادی رچا کر اس کا پہلو گرم کرے گی، اور پہلا، دوسرا دونوں شوہر منھ دیکھتے رہ جائیں گے۔ پھر جب اس شوہر سے بھی جی بھر جائے گا، تو امام ابو حنیفہ کے استخراج واستنباط کو آڑ بنا کر دو گواہوں کی موجودگی میں چوتھے مرد سے نکاح کر لے گی، اور پہلے کے تینوں شوہر مُنھ تکتے رہ جائیں گے۔

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالے الانصاف میں فرمایا ہے؛

پہلی دوصدیوں تک مذہب معین کی تقلید پر لوگوں کا اجماع نہیں ہوا تھا۔ یہ تیسری صدی میں ہوا، اس وقت شاید و باید ہی کچھ لوگ مذہب معین کی تقلید سے آزاد رہے ہوں۔ یہاں کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ جو چیز (مذہب معین کی تقلید) پہلے زمانہ میں غیر واجب رہی وہی چیز بعد کے زمانہ میں واجب کیسے ہوگئی؟ تو میں کہوں گا کہ اس پر تو شروع ہی سے اہل حق کا اجماع تھا کہ بلاتعین مجتہد کی تقلید واجب ہے اور قاعدہ ہے کہ حصول واجب کے کئی طریقے ہوں تو بلاتعین کسی بھی طریقہ کی تحصیل واجب رہتی ہے لیکن جب واجب کے حصول کی ایک ہی صورت ہو تو معین طور پر اسی صورت کی تحصیل واجب ہو جاتی ہے۔ جیسے سلف اپنے زمانوں میں احادیث کی روایت زبانی کرتے تھے، لکھتے نہیں تھے، پھر بعد کے زمانوں میں لکھے ہوئے کے مطابق روایت کرنا واجب ہوگیا۔ کیونکہ اب روایت حدیث کی یہی صورت رہ گئی۔ اسی طرح سلف، نحو وصرف اور علم اللغۃ کی تحصیل نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان کی
زبان ہی عربی تھی۔ پھر اس زمانہ میں ان علوم کی تحصیل واجب ہوگئی۔

پھر فرمایا ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ فَالتَمَذْهُبُ لِلْمُجتَهِدِيْنَ سِرٌّ أَلْهَمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ الْعُلَمَاءَ وَجَمَعَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ يَشْعُرُوْنَ أَوْلَا يَشْعُرُوْنَ۔

خلاصہ یہ کہ مجتہدین کی تقلید کرنے میں وہ راز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علما کو الہام فرمایا اور انہیں اس پر اجماع کی توفیق دی۔ چاہے لوگ اس کا ادراک کرسکیں یا نہ کرسکیں۔

عقد الجید میں فرمایا ہے:

یاد رکھیے کہ ان چار مذاہب کو اختیار کر لینے میں عظیم مصلحت ہے، اور ان سے اعراض کرنے میں بڑی خرابی۔ جس کی کئی وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ شریعت کے معرفت کے لیے اسلاف پر اعتماد کے سلسلہ میں امت کا اجماع ہے۔ اسی بنا پر تابعین نے صحابہ اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح ہر طبقہ اپنے سے پہلے طبقہ کے علما پر اعتماد کرتے چلے آئے۔ جب اسلاف کے اقوال پر اعتماد متعین ہوگیا تو ضروری ہے کہ اسلاف کے یہ اقوال جن پر اعتماد کیا جائے صحیح سندوں سے مروی۔ یا۔ مشہور کتابوں میں مدون ہوں۔ اور یہ بات اس وقت مذاہب اربعہ کے علاوہ کہیں نہیں پائی جاتی۔

دوسری وجہ یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: سواد اعظم کا اتباع کرو، جو اس سے جدا ہوگا جہنم میں جا گرے گا۔ اب چونکہ ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی اور مذہب اس طور پر باقی نہیں اس لیے انہیں کی پیروی سواد اعظم کی پیروی ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں فرمایا ہے:

ومما يناسب هذا المقام التَنْبِيهُ علىٰ مسائل ضلّت فی بواديهاالافهام،زَلَّتِ الأَقْدَامُ وَطَغَتِ الأَقْلَامُ، مِنْهَااِنَّ هٰذِهِ المَذَاهِبَ الْأَ رْبَعَةَ الْمُدَوَّنَةَ الْمُحَرَّرَةَ قَدِ اِجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُأَوْمَنْ يُعْتَدُّبِهِ مِنْهَا عَلىٰ جَوَازِتَقْلِيْدَهَا اِلىٰ يَوْمِنَا هٰذَا وَفِيْ ذٰلِكَ مِنَ المَصَالِحِ مَالاَ يَخْفَىٰ لَا سِيَّمَا فِيْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الَّتِيْ قَصرَتْ فِيْهَا الهِمَمُ جِدًّا وَأُشْرِبَتِ النُفُوسُ الهَوَىٰ وَأُعْجِبَ كُلُّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ۔(ج١ ص ١٠٤)

اس مقام پر مناسب ہے کہ چند ایسی باتوں پر تنبیہ کردی جائے جن کی گہرائیوں میں عقلیں گم ہوگئیں، قدم پھسل گئے، اور قلم سرکشی پر اتر آئے اور وہ یہ کہ یہ چاروں مدون و محرر مذاہب کی تقلید درست ہونے پر پوری امت یا کم سے کم ارباب حل وعقد کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس میں بڑی

مصلحتیں ہیں جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔ خاص طور سے اس زمانہ میں جب ہمتیں بہت زیادہ قاصر ہو چکی ہیں۔ نفس خواہشات کا خوگر ہو چکا ہے، اور ہر ذی رائے اپنی ہی رائے پر عُجب میں مبتلا ہے۔

یوں تو اس زمانہ میں بہت سے مجتہدین ہوئے جنہوں نے وہ احکام جن کی صراحت و تفصیل قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے، قرآن وحدیث ہی میں غور وفکر کر کے مسائل کا استنباط واستخراج کیا مگر امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھم کے علاوہ کسی نے اسے اس طرح مدون نہیں فرمایا کہ آج براہ راست ان کی معلومات حاصل کر کے ان پر عمل کیا جا سکے۔

خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں امام ابوحنیفہ، امام شافعی۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل پر کہ انہوں نے صرف مسائل کے استخراج واستنباط پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جن مسائل کو مستنبط کیا ان کو باقاعدہ تحریر کی شکل بھی دے دی، اس لیے ان حضرات کے مستنبط کردہ مسائل آج تک موجود ومحفوظ ہیں۔ باقی حضرات نے مسائل کو مستنبط کیے مگر انہیں باقاعدہ تحریر کی شکل نہیں دی اس لیے ان کے مستنبط کردہ مسائل محفوظ نہیں رہ پائے۔

لہٰذا قرآن وحدیث کے غیر مصرح مسائل پر عمل کے لیے یہی چار مذہب متعین رہے۔ آج اگر کسی کو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بظاہر ان چار مذاہب کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی ان پر یہی فرض ہے کہ انھیں مذاہب کے مطابق عمل کریں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے فریضہ سے رُوگردانی کرتے ہوئے ان مذاہب میں بیان شدہ حکم کو چھوڑ کر قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو بلاشبہ گمرہی میں مبتلا ہوں گے۔۔

☆☆☆